غزل: غزل ایک مقبول ترین صنفِ شاعری ہے اس کے لغوی معنی عورتوں سے باتیں کرنا۔ یا پھر عورتوں کے متعلق باتیں کرنا ہیں۔ ہرن کے بچے کے منہ سے نکلنے والی درد بھری آواز کو بھی غزل کا نام دیا جاتا ہے۔

ہیئت کے لحاظ سے غزل ایک ایسی صنفِ سخن ہے۔ جو چند اشعار پر مشتمل ہو۔ اس کا ہر شعر ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتا ہے۔ غزل ہمیشہ ایک بحر میں لکھی جاتی ہے۔ اور اس میں تین اہم کردار خاص اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ جس میں عاشق، محبوب اور رقیب شامل ہیں۔ شاعر ہمیشہ اپنے محبوب کے حسن و جمال کی عکاسی کرتا نظر آتا ہے پھر اس کے بعد اپنے محبوب کے ظلم و ستم پر بھی روشنی ڈالتا ہے۔ اور بعد ازاں اپنے رقیب کو بھی برا بھلا کہہ جاتا ہے۔ شاعر یہ تمام صورتحال ایک خاص ترتیب سے بیان کرتا ہے۔ جیسے ایک شعر میں اگر محبوب کے حسن کی کیفیت بیان کر دی جاتی ہے تو دوسرے شعر میں ظلم و ستم اور تیسرے میں ہجر کا دکھ بیان کیا جاتا ہے۔ اس طرح دل کے جذبات کا اظہار، ہجر و وصال کی کیفیت، شکایتِ زمانہ۔ تصوف اور حقیقت کے موضوعات سے بحث کی جاتی ہے۔ غزل کا دائرہ وسیع ہے اس میں ہر طرح کے

Scanned with CamScanner

موضوع ڈال جا سکتا ہے۔ اور آج غزل میں ہر طرح کے مضمون کو پیش کرنے کی گنجائش ہے۔

ولی دکنی: (تعارف اور غزل گوئی)

ولی دکنی اردو ادب کے اولین شعرا میں شمار ہوتے ہیں۔ اور قیاس کیا جاتا ہے کہ اس دور میں ابھی غزل منزل کی جانب رواں ہوئی تھی جب کہ ان کی زندگی کے بعد میں ایک مدت میں یہ اپنے عروج کو پہنچی دراصل جو بنیاد ولی دکنی نے رکھ دی تھی وہ اس قدر مضبوط تھی کہ اس پر ایک عالی شان اور مضبوط عمارت تعمیر ہوئی اور بعد میں آنے والے اساتذہ کرام نے اس کی تسز ئین بھی نہایت خوبصورت انداز میں کی۔

ولی دکنی اردو زبان کے ابتدائی زمانے یعنی سترھویں صدی عیسوی کے صاحب دیوان شاعر ہیں۔ ان کی پیدائش ~~اور~~ وفات، اور نام کے متعلق تمام تذکرہ نگاروں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کوئی ان کا نام ولی اللہ بتاتا ہے۔ کوئی شمس ولی اللہ۔ مولانا محمد حسین آزاد نے اپنے تذکرے "آب حیات" میں ولی کا نام شمس الدین ولی اللہ لکھا ہے۔

Scanned with CamScanner

جبکہ کلام ولی کے بعض قلمی نسخوں میں ان کا نام سید ولی محمد
اور محمد ولی اللہ بھی ملتا ہے۔

قدیم ترین شہادت کے مطابق نام محمد ولی ہے۔ جو بعد میں متعدد تبدیلیوں سے گزرا اور مختلف محققین کے ہاں ولی محمد۔ شاہ ولی اللہ۔ شمس ولی اللہ اور شمس الدین وغیرہ بن گیا۔

اسی طرح وطن کے بارے میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک گروہ اس کو دکنی کہتا ہے۔ جبکہ دوسرا گروہ گجراتی۔ محمد حسین آزاد دوسرے گروہ سے اتفاق کرتے ہیں۔ گجراتی تسلیم کرنے والے دوسرے دلائل کے علاوہ ان کے رسالہ "نور المعرفت" کا بھی حوالہ دیتے ہیں۔ جس میں ولی نے گجرات کے ایک بزرگ مولانا نور الدین کی مدح اور ان کے مدرسہ کی تعریف کی ہے۔ اس کے علاوہ ولی کا شجرہ نسب بھی گجرات کے صوفیا سے ملتا ہے۔ اور کچھ محققین کا خیال ہے کہ وہ اورنگ آباد دکن سے تعلق رکھتے تھے۔ گویا ان کی زندگی کے زمانی اور مکانی پہلوؤں کے تعلق سے کوئی متعینہ بات نہیں کی جا سکتی۔ یہ البتہ مسلم ہے کہ ولی تعلیمی سماجی اور تفریحی مقاصد سے احمد اور اورنگ آباد آتے جاتے رہا کرتے تھے۔

ولی سے پہلے امیر خسرو اور قطب شاہ کا دور شاعری گزر چکا تھا۔ اگرچہ کچھ راہیں ان بزرگان نے بھی متعین کی تھیں۔ لیکن زبان کے اعتبار سے ان کے کلام میں دو رنگی پائی جاتی تھی۔ اور فارسی کا اثر زیادہ غالب تھا۔ ولی نے اپنے کلام کو غیر زبان کی جھولی میں نہیں ڈالا۔ بہر حال فنی اعتبار سے انہوں نے غزل کو بالکل ایسے ہی اپنایا جیسے فارسی غزل تھی۔ لیکن لسانی اعتبار سے اسے خالص اردو کے رنگ ہی میں پیش کیا۔

ولی دکنی جس کو اردو شاعری کا "باوا آدم" اور "جمال دوست" شاعر کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اردو شعراء میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے ہندوستانی اور فارسی عناصر کو ملا کر اردو غزل کا ایک نیا خمیر تیار کیا جو خواص اور عوام سب ہی میں مقبول ہوا۔ انہوں نے اردو غزل کو بلندی عطا کی۔ اور اس کو فارسی غزل کے مقابلے میں لا کھڑا کیا۔ ولی نے فارسی غزل کے روایتی مضامین، موضوعات اور اسالیب بیان کو اردو میں اختیار کیا۔ اور انہوں نے فارسی کے بے شمار محاورے اردو میں ترجمہ کر کے کچھ اس طرح کھپا دیئے کہ وہ اردو کے ہی بن گئے۔ اور ولی نے اپنی غزلوں میں فارسی کی دلکش اور حسین تراکیب اور اصطلاحیں استعمال کی ہیں۔ جن میں

Scanned with CamScanner

"یوسف کنعاں"، "گلِ بہارِ دل"، "موجِ آب"، یا قوت اور شمع بزم اہل معنی وغیرہ شامل ہیں۔ انہوں نے فارسی تشبیہات اور استعارے استعمال کرکے اردو غزل کی ادبی شان میں اضافہ کیا ہے۔

ولی دکنی کی غزل گوئی میں مندرجہ ذیل موضوعات کی نشاندہی ہوتی ہے۔

(ا) عشقِ حقیقی و عشقِ مجازی: اس امر سے تو انکار نہیں کیا جاسکتا کہ عشق مجازی دراصل عشق حقیقی کا زینہ ہے۔ جو عشق مجازی میں مبتلا نہیں ہوگا وہ عشق حقیقی کی لذت سے لطف اندوز نہیں ہوسکتا ہے۔ فرق صرف لذت کا ہے، عشق مجازی میں لذت مادی و جسمانی حاصل ہوتا ہے۔ جب کہ عشق حقیقی میں لذت روحانی میسر آتی ہے۔ ولی دکنی نے بھی پہلے عشق مجازی کو اپنایا انہوں نے ہر حسین کو اپنا محبوب تصور کیا اور اس کی شان میں سخن سرائی کی اور اپنے معشوق کے جلووں سے خود کو سرشار کیا فرماتے ہیں۔

اے ولی عشق ظاہری کا سبب
جلوہ شاید مجازی ہے

حسن تھا پردہ تجرید میں سب سوں آزاد
طالب عشق ہوا صورت انسان اگر

(ii). حسن و عشق : / حسن و جمال

ولی کی شاعری میں حسن و جمال کا موضوع بڑا اہم ہے۔ ولی سے پہلے کسی شاعر نے حسن و جمال کا بھرپور اور کامیاب تصور نہیں دیا۔ اس لیے ڈاکٹر سید عبداللہ نے ولی کو "جمال دوست" شاعر کا لقب دیا۔ ان کی حسن پرستی میں سرمستی وارفتگی کی لہریں پیدا ہوتی ہے۔ اور ان کی حسن پرستی میں خوشی کا رنگ نمایاں محسوس ہوتا ہے۔ [illegible]
اور وہ حسن کے احساس سے روح کی بالیدگی اور من کا سرور حاصل کرتے ہیں۔

نکل اے دلربا گھر سوں کہ وقت بے حجابی ہے
چمن میں چل بہار نسترن ہے ماہتابی کا

(iii) غم و انداز اور سوز و گداز :

غزل کو معنوی اعتبار سے ابتداء ہی سے ایسا کلام تصور کیا جاتا رہا ہے۔ جس میں حزن و غم اور سوز و فراق کے نالے بیان کئے جاتے رہے ہوں۔ غم و انداز اور سوز و گداز ایسے عناصر ہیں۔ جو کہ آدمی کے دل و دماغ پر گہرا اثر چھوڑتے ہیں۔ ولی میں بھی سوز و گداز و حزن غم فراق کے جلے ہوئے ہیں۔
فرماتے ہیں.....

Scanned with CamScanner

اک گھڑی تجھ ہجر میں اے دلبر یا تنہا نیں
مونس و دمساز آہ ہے فریاد نیں

اے باد صبا باغ میں موہن کے گذر کر
مجھ داغ کی اس لالہ خو نیں کو خبر کر

(۱۷) تشبیہات واستعارات:

ولی دکنی کے کلام میں ایک مخصوص پیرایہ بیان پایا جاتا ہے۔ ان کے کلام میں ندرت ہے وہ وہ ہر بات کو زیادہ سے زیادہ زور اثر بنانے کیلئے تشبیہات کا سہارا لے کر بیان کرتے ہیں۔ اور قاری کے دل و دماغ پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ مثلاً

تجھ لب کی صفت لعل بدخشاں سوں کہوں گا
جادو ہیں تیرے نین غزالاں سوں کہوں گا

تجھ لب کی اگر یاد میں تصنیف کروں شعر
ہر شعر میں لذت شہد و شکر آوے

(۷) ہندی الفاظ: ولی نے اپنے اشعار میں بڑی خوبی اور خوبصورتی سے ہندی اور دکنی الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اور ان الفاظ نے ان کے اشعار میں ترنم اور موسیقیت پیدا کردی۔ مثلاً

تجھ مکھ کی پرستش میں گئی عمر مری ساری
اسے بت کی بھجن ہاری، مکھ اس کو بھجاتی جا

(vi) سراپا نگاری: ولی نے اپنی غزلوں میں محبوب کے قد، اس کے رنگ و روپ، آنکھ اور رخسار، ناز و ادا، اس کی آواز، چال ڈھال، اس کی خوشبو اور اس کی شرم و حیا سب کا سراپا پیش کیا ہے۔

وہ نازنین ادا میں اعجاز ہے سراپا
خوبی میں گل و خال سوں ممتاز ہے سراپا

(vii) ذاتی تجربات کی عکاسی: ولی دکنی نے جو کچھ بھی لکھا وہ ذاتی طور پر محسوس کر کے لکھا محض خیالی گھوڑے نہیں دوڑائے حسن و عشق ان کا میدان عمل رہا وہ حسین لوگوں کے ماحول میں رہتے ان سے اظہار محبت کرتے، ان کے ردعمل کو دیکھتے اور اس حسن و عشق کی کشمکش میں جو کچھ احساسات ہوتے انہیں بعینہٖ بیان کرتے۔ ولی دکنی اپنی شاعری کو روایتی انداز میں محض فکری اعتبار سے نہیں لکھا۔ بلکہ ذاتی تجربات کی عکاسی کی یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں حقیقت اور تازگی کے عناصر ملتے ہیں۔ ہر حسین شخص کو وہ اتنا مقام دے دیتے ہیں۔ کہ اس کی بلندی و تابانی کو سورج سے ملا دیتے ہیں۔ اور خود کو ایک ناچیز غنچہ قرار دیتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

"غزل"

وو صنم جب سوں بسا دیدۂ حیران میں آ
آتشِ عشق پڑی، عقل کے سامان میں آ

ناز دیتا نہیں گر رخصتِ گلگشتِ چمن
اے چمن زارِ حیا، دل کے گلستان میں آ

نالہ و آہ کی تفصیل نہ پوچھو مجھ سوں
دفترِ درد بسا عشق کے دیوان میں آ

حسن تھا پردۂ تجرید میں سب سوں آزاد
طالبِ عشق ہوا صورتِ انسان میں آ

"تشریح"

وہ صنم جب سوں بسا دیدۂ حیران میں آ
آتشِ عشق پڑی عقل کے سامان میں آ

فرہنگ:

وو = وہ

صنم = بت مراد معشوق

سوں = سے

دیدہ حیران = حیران آنکھیں

عقل کا سامان = مراد عقل جو عشق کی ضد ہے

Scanned with CamScanner

تشریح: جب سے میں نے (عاشق نے) اس حسین معشوق کو دیکھا ہے۔
اس کے حسن سے میری آنکھیں کھلی کی کھلی (حیران) رہ گئی ہیں معشوق
کی محبت کی آگ نے میری عقل کو (جو تجربات کو دلیل اور اسباب کے ذریعے
سمجھتی ہے) جلا کر ختم کر دیا ہے۔ یعنی عشق جو عقل کی طرح دلیل
اور محبت کو نہیں مانتا، عقل پر غالب آ گیا ہے۔

ناز دیتا نہیں گر رخصتِ گل گشتِ چمن
اے چمن زارِ حیا، دل کے گلستان میں آ

فرہنگ: رخصتِ گل گشتِ چمن = باغ میں چہل قدمی کرنے کی اجازت
چمن زارِ حیا = شرم و حیا کا چمن یعنی مجسم شرم و حیا مراد معشوق

تشریح: شاعر معشوق سے کہتا ہے کہ اگر تیرا ناز و غرور تجھے باغ میں آ کر چہل
قدمی کرنے کی اجازت نہیں دیتا یعنی تو اپنے غرور کی وجہ سے باغ جیسی عام
جگہ پر چہل قدمی کیلئے نہیں آنا چاہتا تو اے مجسم شرم و حیا، تو میرے
دل کے گلستان میں آ کر سیر کرلے۔ شاعر نے دوسرے مصرعے میں معشوق کے
غرور ناز کو شرم و حیا کہہ کر اس پر خوب طنز کیا ہے۔

نالہ و آہ کی تفصیل نہ پوچھو مجھ سوں
دفترِ درد لبا عشق کے دیوان میں آ

فرہنگ: دفترِ درد = (عشق کے) دکھ درد کے بیان کی تفصیل
دیوان = وہ بیاض جس میں کسی شاعر کا کلام جمع کیا گیا ہو۔

Scanned with CamScanner

تشریح : کسی عشق میں میں جو آہیں بھر رہا ہوں، اس دکھ کی تفصیل مجھ سے نہ پوچھو کیونکہ اس کیلئے ایک دفتر کی ضرورت ہوگی۔ جس طرح ایک شاعر اپنے کلام میں اپنے دکھ درد کا اظہار کرتا اور اسے ایک دیوان میں جمع کر دیتا ہے۔ اسی طرح میرے عشق کے غم و الم کی تفصیل بہت طویل ہے۔

حسن تھا پردۂ تجرید میں سب سے آزاد
طالب عشق ہوا صورت انسان میں آ

فرہنگ : حسن = خوبصورتی مراد اللہ تعالیٰ ازلی حسن

پردۂ تجرید = تنہائی، اکیلے پن / لا محدودیت کا پردہ

طالب = طلب گار، چاہنے / تمنا کرنے والا

تشریح :

حسن سے یہاں خالق مطلق کا ازلی حسن مراد ہے جسے اپنے آپ میں بیکراں اور ہر تعلق سے آزاد خیال کیا جاتا ہے (اللہ) جب تک حسن اپنی یکتائی میں تھا۔ ہر شے اور تصور کے تعلق سے آزاد تھا لیکن جب خالق ازل نے اپنے وجود کو انسان کی صورت اور مشابہت میں ظاہر کیا تو وہ محدود ہو گیا۔ اب اپنے اظہار کیلئے اسے عشق کی ضرورت اور چاہت ہوئی کہ کوئی مجھے چاہے اور میں کسی کی تمنا کروں۔

Scanned with CamScanner